مصر کا سیاسی پس منظر

جناب مظفر شاہ خاں صاحب ایم۔ اے۔

لڑائی ختم ہوتے ہی دنیا میں جگہ جگہ وہ طاقتیں ایک دم اُبھر آئی ہیں جو حالات کی ناسازگاری کی وجہ سے دب گئی تھیں۔ خصوصاً مشرق میں چاروں طرف ایک عام بے چینی پھیلی ہوئی ہے۔ ہر جگہ انقلابی اثرات پوری طرح اپنا کام کر رہے ہیں اور افقِ مشرق پر ایک بڑی تبدیلی کے آثار دکھائی دے رہے ہیں۔ جن ملکوں میں مغربی قوموں کا انتداب باقی ہے وہاں آزادی اور خود مختاری کی یہ تحریک زیادہ تیز ہے اور قومی زندگی کے مختلف عناصر پوری جدوجہد کے ساتھ آگے بڑھ رہے ہیں۔

مشرق بعید میں انڈونیشیا والوں نے اپنی آزاد حکومت قائم کر لی ہے اور وہ ڈچوں کی فوجی طاقت کے سامنے کسی طرح جھکنے کو تیار نہیں۔ انڈونیشیا کے آس پاس کے ملکوں میں بھی سیاسی بیداری کی لہر دوڑ گئی ہے کیونکہ انڈونیشی تحریک نے ان کی بہت کچھ حوصلہ افزائی کی ہے۔ ہند چینی، سیام اور برما میں سیاسی ہلچل مچی ہوئی ہے اور وہاں کے لوگ بھی آزاد اور خود مختار حکومتیں قائم کرنے کا مطالبہ کر رہے ہیں۔ غرض مشرقِ بعید کے ان چھوٹے چھوٹے ملکوں کے باشندے اپنی موجودہ حالت سے بالکل غیر مطمئن ہیں اور اُن کے دلوں میں اپنے آزاد مستقبل کی آرزوئیں بے چین ہو رہی ہیں۔

ادھر مشرقِ وسطیٰ کی طرف نظر ڈالئے تو وہاں بھی ہر جگہ قومی بیداری کی لہر دوڑتی دکھائی دے گی۔ بعض جگہ تو یہ انقلابی صورت اختیار کرتی جا رہی ہے۔ عرب ممالک میں اس وقت مصر سب سے آگے ہے وہاں سیاسی بیداری مستقل صورت اختیار کر چکی ہے اور مصریوں کا سیاسی شعور بڑی حد تک پختہ ہو گیا ہے۔

نہر سویز کی وجہ سے بہت پہلے ہی یورپ کی سرمایہ دار طاقتوں سے مصر کا سابقہ ہوا اور اُسے

طرح طرح کی پیچیدگیوں اور دشواریوں کا سامنا کرنا پڑا۔ ان حالات نے مصریوں میں قومی روح کو بیدار کردیا جو آج تک اپنا کام کررہی ہے۔ مصر سالوں کی جدوجہد کے بعد آج جس منزل پر پہنچا ہے اور اب وہاں حالات کا جو رُخ ہے اُسے سمجھنے کے لئے مصریوں کی پچھلی ساری تحریکوں پر ایک نظر ڈالنا ضروری ہے کیونکہ تاریخی پس منظر کے ساتھ ہی مصر کی موجودہ حیثیت کا پوری طرح اندازہ لگایا جاسکتا ہے دوسرے ۱۹۳۶ء کے برطانوی معاہدہ میں ادل بدل کرنے کے لئے جو بات چیت ہورہی ہے اسے بھی پچھلے سیاسی حالات کی روشنی میں زیادہ اچھی طرح سمجھا جاسکتا ہے۔

مصر مشرق و مغرب کے اہم بحری راستہ پر واقع ہے اور اس لحاظ سے اُسے قدرتی طور پر ایک اہم حیثیت حاصل ہے۔ اس بحری راستہ کو اپنے اپنے مفاد کی خاطر محفوظ رکھنے کے لئے برطانوی اور فرانسیسی حکومتوں کو مصر میں پنجے جمانے کی ضرورت پڑی۔ یہی مصر کی بدقسمتی تھی۔

اے روشنیٔ طبع تو برمن بلا شدی

جب اس قسم کے بیرونی اثرات زیادہ بڑھے تو اُن کے خلاف مصریوں میں بے چینی پیدا ہونے لگی اور عربی پاشا کی قیادت میں ایک قوم پرست جماعت وجود میں آئی۔ یہ جماعت بہت جلد اتنا زور پکڑ گئی کہ ۱۸۸۱ء میں خدیو مصر کو بنیادی دستور منظور کرنا پڑا۔

دو سال بعد عربی پاشا کی اس تحریک نے انقلابی جدوجہد شروع کردی اور اسکندریہ میں علی الاعلان غیر ملکیوں کی مخالفت شروع ہوگئی اور عام بلوے ہونے لگے۔ اس پر برطانیہ نے اسکندریہ پر بمباری کی اور وہاں اپنی فوجیں اتار دیں۔ عربی پاشا کی فوجیں منتشر ہوگئیں اور عربی پاشا کو گرفتار کرکے جلاوطن کردیا گیا۔ اس طرح قومی تحریک کو وقتی طور پر دبا کر برطانیہ نے مصر میں مضبوطی سے اپنے پنجے جمالئے فرانس کو برطانیہ کا یہ اقتدار نہ بھایا اور اس کی نظریں برطانیہ کی طرف کچھ ترچھی ہوگئیں لیکن ۱۹۰۴ء میں ان دونوں کے درمیان مفاہمت ہوگئی اور فرانس نے مصر میں برطانوی قبضہ تسلیم کرلیا۔ اس کے بدلہ میں برطانیہ نے مراکو کے معاملات میں فرانس کو آزاد چھوڑ دیا۔ یہ تھا سرمایہ دار طاقتوں کا آپس کا لین دین۔

مصر میں برطانوی اقتدار کی مضبوطی کے ساتھ قومیت کا جذبہ بیدار ہونے لگا اور دستوری اصلاح

کا مطالبہ اٹھ کھڑا ہوا۔ مصر کی اس قومی تحریک میں سید جمال الدین افغانیؒ کا بڑا ہاتھ تھا۔ وہاں سید صاحب ہی کی دعوت اصلاح و تجدید نے انقلابی فضا پیدا کر دی تھی۔ سید جمال الدینؒ دو دفعہ مصر گئے پہلی مرتبہ ۱۸۶۹ء میں تو وہ زیادہ عرصہ مقیم نہ رہ سکے البتہ دوسری مرتبہ ان کا قیام کافی دنوں رہا۔ اس وقت ان کی انقلاب انگیز تعلیم کا مصر میں بڑا اثر ہوا۔

جس وقت سید صاحبؒ مصر پہنچے، اس وقت وہاں کی فضا بالکل ساکن تھی۔ لوگوں میں کوئی سیاسی شعور نہیں تھا۔ اُدھر مذہبی گروہ بھی انتہائی پستی کی حالت میں تھا صوفیوں نے رہبانیت کی تعلیم دیکر عوام کو میٹھی نیند سلا رکھا تھا۔ یہ ضرور ہے کہ اس مردہ ماحول میں بھی دو ایک اللہ کے بندے ایسے تھے جو اپنے دلوں میں بے چینی محسوس کر رہے تھے لیکن حالات کی ناسازگاری کی وجہ سے انھیں بھی آگے بڑھنے کی ہمت نہ تھی۔ اور بچارے خاموش بیٹھے وقت گذار رہے تھے۔ سید صاحبؒ کے مصر پہنچتے ہی اس ساکن فضا میں حرکت پیدا ہوئی، اُن کی آواز گوشہ گوشہ میں پہنچ گئی اور سارے انقلاب پسند لوگ پروانوں کی طرح اُن کے گرد جمع ہونے لگے۔ صوفیوں اور مصریوں کو بھی انھوں نے جھنجوڑ کر جگایا۔

مصر کی قومی زندگی میں بعد کو جن لوگوں نے نمایاں حصہ لیا وہ سب سید صاحبؒ کی صحبت کے پروردہ تھے، شیخ محمد عبدہٗ جن کا مصر کی تحریک اصلاح و تجدید میں بڑا حصہ تھا، سید صاحبؒ ہی کی جماعت کے آدمی تھے اُن کی صحبت نے مفتی صاحب پر انقلاب انگیز اثر کیا تھا۔ مصر کے زندہ جاوید لیڈر سعد زغلول پاشا بھی سید صاحبؒ کی علمی اور سیاسی مجلسوں سے فیضیاب تھے۔ سید صاحبؒ کی تعلیم و تربیت نے زغلول پاشا کی عملی زندگی پر جو اثرات ڈالے تھے اُن کا پتہ سعد زغلول کی انقلابی کوششوں سے چلتا ہے۔

مصر میں جب قوم پرستوں کا اثر و رسوخ پھیلا تو خود مختار حکومت کا مطالبہ از سرِ نو پیدا ہو گیا اس وقت برطانوی حکومت صرف اس قدر جھکی کہ ۱۹۱۳ء میں ایک قانون ساز اسمبلی قائم کرنے کی منظوری دیدی لیکن اس اسمبلی کو کسی قسم کا حقیقی اختیار نہیں دیا گیا۔ اسمبلی کا اجلاس صرف ایک ہی دفعہ ہو سکا۔ ۱۹۱۴ء میں جنگ چھڑ جانے کے بعد یہ نام نہاد اسمبلی بھی ختم کر دی گئی اور مصر پر برطانوی حمایت

(Protectorate) کا باقاعدہ اعلان ہوگیا۔ اس واقعہ کے بعد مصر میں بڑی ناراضی پھیلی تو مصریوں کو یقین دلایا گیا کہ اگر انھوں نے برطانیہ کی جنگی کارروائیوں میں رکاوٹ نہیں ڈالی تو جنگ کے بعد ان کا حق خود مختاری تسلیم کرلیا جائے گا۔ مصریوں نے اس وعدہ پر یقین کرلیا اور جنگ کے خاتمہ کا انتظار کرنے لگے۔

جنگ کے زمانہ میں نازک حالات کو دیکھتے ہوئے امید ہوگئی تھی کہ برطانیہ خود مختار جمہوری حکومت کا وعدہ پورا کرکے مصریوں کا پورا اعتماد حاصل کرنے کی کوشش کرے گا لیکن جنگ کے بعد ہندوستان کی طرح مصر کو بھی آزادی کی بجائے اُلٹے سخت مصائب کا سامنا کرنا پڑا۔

اس کے بعد مصر میں سیاسی جدوجہد پھر باقاعدہ شروع ہوئی، مصر میں اب متوسط طبقہ بھی پیدا ہوچکا تھا، ہر جگہ یہی طبقہ ہے جو انقلاب کا حامی اور آزادی کا نام لیوا ہوتا ہے۔ چنانچہ مصر میں اسی طبقہ سے سعد زغلول اٹھے جنھوں نے سارے ملک کی کایا پلٹ دی۔ وہ ساری عمر آزادی کے لئے لڑتے رہے، قوم اُن کے نام پر جان دیتی تھی اور وہ سارے مصر کے مانے ہوئے لیڈر تھے۔ ہر طبقہ کا اُن پر اعتماد تھا، خصوصاً مصری نوجوان تو ان کی شخصیت سے انتہائی طور پر متاثر تھے۔

جب مصر کے وزیر اعظم رشدی پاشا اپنی کوششوں میں ناکام رہے اور صلح کانفرنس میں مصر کو نمائندگی نہ مل سکی تو زغلول پاشا نے مصریوں کا ایک قومی وفد بنانے کا فیصلہ کیا تاکہ یہ وفد پیرس پہنچ کر صدر ولسن (WiLSON.) سے بات چیت کرے لیکن برطانوی حکومت نے اس وفد کی سخت مخالفت کی اور یہاں تک جبر کیا کہ وفد کو پاسپورٹ دینے سے انکار کردیا۔ اس فیصلے کے فوراً بعد مارچ ۱۹۱۹ء کی مشہور بغاوت پھوٹ پڑی اور زغلول پاشا اور وفد کے دوسرے ارکان گرفتار کرکے مالٹا بھیج دیئے گئے۔ پھر تو بغاوت نے اور زور پکڑا اور عوام میں غیظ و غضب کی لہر دوڑ گئی۔ یہ بغاوت ایسی سخت تھی کہ برطانوی حکومت کچھ دنوں بعد زغلول پاشا اور ان کے ساتھیوں کو رہا کرنے اور انھیں پیرس جانے کی اجازت دینے پر مجبور ہوگئی۔

قید سے رہا ہوتے ہی زغلول پاشا اور ان کے ساتھی پیرس روانہ ہوگئے لیکن ان لوگوں کے

پہنچنے سے پہلے ہی خفیہ طور پر برطانیہ صدر ولسن (Wilson) سے مصر پر "برطانوی حمایت" کی منظوری لے چکا تھا۔ پھر بھی مصری وفد نے دوڑ دھوپ کی اور مصر کا مسئلہ حل کرنے کے لئے کچھ تجویزیں بھی رکھیں لیکن اتحادی حکومتوں نے اُن کی طرف بالکل توجہ نہیں دی، اُن کی خاص تجاویز یہ تھیں۔

(۱) جمعیۃ الاقوام کی حمایت میں مصر کی مکمل آزادی۔ (۲) مصری سوڈان کی واپسی۔ ساتھ ہی یہ بھی وعدہ کیا گیا تھا کہ ہم طے شدہ شرائط پر قائم رہ کر غیر ملکیوں کے مفاد کی حفاظت کریں گے اور نہر سویز کے دعویدار نہیں ہوں گے۔

مئی سنہ ۱۹۱۹ء میں برطانوی حکومت کی طرف سے اعلان ہوا کہ لارڈ ملنر (Milner.) کے ماتحت ایک مشن برطانوی حمایت کے زیرِ سایہ مصر کا نیا دستور بنانے کے لئے بھیجا جائے گا۔ مصر میں اس اعلان کا بڑا مضحکہ خیز استقبال کیا گیا اور قوم پرستوں نے فوراً ہی مشن کے بائیکاٹ کا فیصلہ کر لیا۔

مشن مصر پہنچا لیکن بائیکاٹ ایسا مکمل تھا کہ وہ لوگ کسی سے بھی نہ مل سکے۔ بچے، بوڑھے، عورت، مرد، غرض ساری قوم نے مشن کا پورا بائیکاٹ کر رکھا تھا۔ مشن کی مخالفت میں جگہ جگہ جلوس بھی نکالے گئے اور کونسلوں میں تجویزیں پاس ہوئیں۔ بالآخر مارچ سنہ ۱۹۲۰ء میں مشن کو ناکام واپس ہونا پڑا۔ لندن پہنچ کر لارڈ ملنر اور ان کے ساتھیوں نے زغلول پاشا اور اُن کے وفد سے براہِ راست گفتگو کرنے کی درخواست کی کیونکہ وہ سمجھ چکے تھے کہ پوری قوم زغلول پاشا اور اُن کی پارٹی کے ساتھ ہے۔ یہ سب کچھ قومی یکجہتی کا نتیجہ تھا کہ مشن یوں جھکنے پر مجبور ہوا۔ اب وہ اسی زغلول سے اپیل کر رہے تھے جسے مصر کے نمایندے کی حیثیت سے برطانوی حکومت نے پاسپورٹ دینے سے انکار کر دیا تھا اور جسے قید و بند کی مصیبت میں ڈالا تھا۔

زغلول وفد اس شرط پر گفتگو کرنے کے لئے راضی ہو گیا کہ مصر کی آزادی کا مطالبہ بدستور قائم رہے گا۔ چنانچہ لندن میں دو ماہ کی طویل بحث کے بعد ایک رپورٹ تیار کی گئی۔ اس رپورٹ میں "برطانوی حمایتہ" کی واپسی اور مصر کی آزادی کا اقرار کیا گیا تھا۔ لیکن نہر سویز میں فوجی نقطۂ نظر سے برطانوی مفاد کی حفاظت کا خاص خیال رکھا گیا تھا۔ مصریوں نے ان پابندیوں پر اول تو بڑی نکتہ چینی

کی۔ لیکن چند ترمیموں کے بعد انھوں نے رپورٹ کو قبول کرلیا۔ مگر دوسری طرف برطانوی حکومت نے اس رپورٹ پر کوئی خاص توجہ نہیں دی اور اس گفتگوئے مصالحت کا کوئی نتیجہ نہیں نکلا۔

مصر میں آزادی کی تحریک برابر جاری رہی۔ دسمبر ۱۹۲۱ء میں زغلول پاشا کو پھر گرفتار کرلیا گیا۔ لیکن مصریوں کی جدوجہد میں کوئی فرق نہیں آیا۔ آخر کار حکومت کو اپنے رویے میں تبدیلی کرنا پڑی اور سمجھوتہ کی کوشش پھر شروع ہوئی۔ لیکن مکمل آزادی کا مطالبہ ایسا مطالبہ تھا جس کو قبول کرلینا برطانیہ کے اپنے مفاد کے سراسر خلاف تھا اور مصری اس سے دست بردار ہونے کو تیار نہ تھے۔ اس لئے اب بھی سمجھوتہ نہ ہوسکا۔ برطانیہ نے کسی مفاہمت کے بغیر ہی یک طرفہ اعلان کردیا کہ آئندہ مصر کو ایک آزاد خود مختار ریاست کا درجہ حاصل ہوگا۔ مگر برطانوی سلطنت کے وسائل رسل ورسائل کی حفاظت مصر کے دفاع، غیر ملکی مفاد کی دیکھ بھال اور سوڈان کے مستقبل کے سوال کو پھر طے کرنے کے لئے چھوڑ دیا گیا۔ مصر میں برطانیہ کے اس اعلان کا کوئی اثر نہیں لیا گیا اور قوم پرستوں کی سیاسی سرگرمیاں بدستور جاری رہیں۔

۱۹۲۳ء سے وفد پارٹی کی دستوری سرگرمیوں کا نیا دور شروع ہوا۔ نئی پارلیمنٹ کے پہلے انتخاب میں زغلول پاشا اور اُن کے ساتھیوں کو اکثریت کے ساتھ کامیابی ہوئی۔ اس کے بعد انھوں نے خود لندن پہنچ کر سمجھوتہ کی کوشش کی لیکن پھر کوئی نتیجہ نہیں نکلا۔ جن مسائل پر اس وقت دونوں میں اختلاف تھا۔ اُن میں سوڈان کا مسئلہ زیادہ اہم تھا اور آج بھی یہی صورت باقی ہے۔ دراصل دریائے نیل پر ہی مصر کی کھیتی باڑی کا دارومدار ہے اور نیل کا دہانہ سوڈان میں ہے، اسی وجہ سے اس مسئلہ کی اہمیت بڑھی ہوئی ہے۔ اُس وقت بھی مصریوں کا یہی مطالبہ تھا کہ سوڈان کو مصر میں شامل کردیا جائے اور خود سوڈانی بھی اس کے حق میں تھے۔

مصر میں عام طور پر برطانیہ کے خلاف غم وغصہ کے جذبات پھیلے ہی ہوئے تھے کہ کسی منچلے نے مصری فوج کے برطانوی افسر اعلیٰ کو قتل کردیا۔ اس واقعہ نے ایک ہلچل ڈال دی۔ برطانوی ہائی کمشنر لارڈ ایلن بائی نے فوراً سات مطالبات رکھ دیئے۔ اِن میں پانچ لاکھ پونڈ جرمانہ کی فوری ادائیگی کا مطالبہ

بھی تھا۔ صلح کے بعد زغلول پاشا نے قریب قریب سارے مطالبات مان لئے لیکن وہ سوڈان کے حق سے دست بردار ہونے کو تیار نہیں ہوئے۔ اس کے بعد لارڈ ایلین بائی نے زبردستی سوڈان پر قبضہ کر کے اس کو برطانوی نوآبادیات میں شامل کر لیا۔ اس پر زغلول پاشا اور ان کی وزارت احتجاجاً مستعفی ہو گئی اسی سال شاہ فواد نے پارلیمنٹ کو بھی معطل کر دیا۔ مصر میں کچھ عرصہ تک غیر آئینی حکومت کا دور دورہ رہا۔ لیکن دو سال بعد پھر مصری پارلیمنٹ کا نیا انتخاب ہوا، اس میں بھی زغلول پارٹی بھاری اکثریت سے کامیاب ہوئی۔ ۱۹۲۷ء میں پھر برطانیہ سے سمجھوتہ کی کوشش کی گئی، مگر نتیجہ کچھ نہیں نکلا کیونکہ برطانیہ برائے نام آزادی دے کر مصر پر اپنی مستقل حمایت (Proctectorate.) قائم رکھنا چاہتا تھا اور مصری سچی آزادی کے طالب تھے۔

۲۳ اگست ۱۹۲۷ء کو مصر کا جوانمرد قائد سعد زغلول اس جہانِ فانی سے کوچ کر گیا۔ اُن کی جگہ نحاس پاشا وفد پارٹی کے لیڈر مقرر ہوئے اور بعد کو وزیرِ اعظم بھی بن گئے۔ نحاس پاشا اندرونی اصلاح اور عوام کے شہری حقوق کے لئے کوشاں ہوئے۔ برطانوی حکومت اور شاہِ فواد کو ان کی یہ کوشش کیسے پسند ہو سکتی تھی۔ وہ نحاس پاشا کی بڑھتی ہوئی مقبولیت سے بھی خوفزدہ تھے۔ اس لئے انھیں وزیرِ اعظم کی کرسی سے اتار دیا گیا۔ اس کے بعد ملک میں ایک سال تک عام بے چینی پھیلی رہی ۱۹۲۸ء کے اخیر میں لیبر پارٹی (Labour Party.) کے ہاتھ میں برطانوی حکومت کی باگ ڈور آجانے کی وجہ سے سیاسی حالات میں قدرے تغیر ہوا، اس کا اثر مصر کی فضا پر بھی پڑا۔ چنانچہ دسمبر ۱۹۲۸ء میں نئے انتخابات ہوئے جن میں پھر وفد پارٹی غالب آئی۔ برطانیہ کی نئی لیبر حکومت نے دوبارہ مصری معاملات پر بات چیت شروع کی۔ اس سلسلہ میں نحاس پاشا خود لندن گئے۔ اگرچہ اس مرتبہ برطانوی حکومت بہت کچھ جھکی پھر بھی سوڈان کا مسئلہ جوں کا توں رہا۔

۱۹۳۲ء میں پھر ایک بحرانی دور آیا۔ شاہ اور پارلیمنٹ کے درمیان کسی بات پر نزاع ہوا، اور نحاس پاشا کو مستعفی ہونا پڑا۔ ساتھ ہی پارلیمنٹ بھی معطل ہو گئی۔ پارلیمنٹ کے ممبران نے الگ اپنا جلسہ کیا اور مصری دستور سے وفاداری کا حلف اٹھایا۔ ملک میں چاروں طرف ان لوگوں کی

حمایت ہوئی۔ اگرچہ مصر کو اصولی طور پر خود مختار ریاست کا درجہ حاصل تھا لیکن دراصل اس کی حیثیت ایک برطانوی نوآبادی سے زیادہ نہیں تھی۔ برطانوی فوجیں اسکندریہ اور قاہرہ میں موجود تھیں اور برطانیہ کا اقتدار سوڈان اور نہر سویز پر بدستور قائم تھا۔ کئی سال تک یہی صورت قائم رہی۔ لیکن ۱۹۳۵ء میں ابی سینیا پر اٹلی کے حملے کے بعد حالات میں نمایاں تبدیلی ہوئی۔ انگلستان اور مصر نے اپنی اپنی ضرورت کے لئے ایک دوسرے کی طرف دوستی کا ہاتھ بڑھایا۔ بات یہ تھی کہ اٹلی سے دونوں کو خطرہ تھا اس وقت وفد پارٹی انتخابات جیت چکی تھی اور نحاس پاشا پھر وزیر اعظم ہوگئے تھے۔ تازہ حالات کے پیش نظر دونوں ملکوں میں سمجھوتہ ہوگیا۔ چنانچہ اگست ۱۹۳۶ء میں ایک معاہدے کے ذریعے مصر نے اپنے دفاع کی خاطر سوڈان اور نہر سویز پر برطانوی نگرانی کو قبول کرلیا۔ دوسری طرف انگلستان نے اپنی فوجیں قاہرہ اور اسکندریہ سے ہٹالیں اور مصر میں اپنے زائد حقوق سے دست بردار ہونے پر تیار ہوگیا۔

اگرچہ اس معاہدے کے بعد بھی مصر میں برطانوی اثرات قائم رہے پھر بھی مصریوں کو اندرونی اصلاح و ترقی کا کافی موقعہ ملا اور انھوں نے اپنی قومی زندگی کی نئی تشکیل کے لئے بڑا کام کیا۔ لیکن بدقسمتی سے چند سال ہی بعد دوسری جنگ چھڑ گئی۔ اور حالات نے یکسر رخ بدل دیا سب کی توجہ جنگ کی طرف لگ گئی۔ مصر اگرچہ خود لڑائی کے میدان میں نہیں تھا لیکن اُسے اپنے بچاؤ کا بڑا فکر تھا، کیونکہ اس کے قریب ہی لیبیا میں میدانِ کارزار گرم تھا۔ بلکہ یوں کہنا چاہئے کہ لڑائی مصر کے دروازے پر پہنچ گئی تھی۔

لڑائی ختم ہوئی اور دنیا نے امن کا سانس لیا تو مصر میں بھی قومی امنگوں نے سر ابھارا اور مکمل آزادی اور خود مختاری کا مطالبہ پھر کیا جانے لگا۔ برطانوی فوجوں کے قیام کے خلاف کئی جگہ مظاہرے ہوئے اور کافی شورش پھیلی۔ آخر برطانیہ ۱۹۳۶ء کے معاہدے میں ردوبدل کرنے پر راضی ہوگیا۔ اور برطانوی اور مصری نمائندوں کے درمیان اسی سلسلہ میں بات چیت شروع ہوئی، لیکن سوڈان کا سوال پھر آڑے آگیا۔ لڑائی کے زمانہ میں مصر کے مشترکہ دفاع اور برطانوی فوجوں کے ہٹانے کے سوال پر بھی کچھ اختلافات تھے مگر بڑا سوال سوڈان ہی کا تھا۔ چنانچہ ان حالات

میں یہ گفتگو ملتوی کردی گئی۔

جیسا کہ پہلے عرض کیا جاچکا ہے دریائے نیل کی وجہ سے سوڈان کا علاقہ مصریوں کے لئے ایک خاص اہمیت رکھتا ہے۔ یہ علاقہ مصر کے جنوب میں واقع ہے اس کی لمبائی تیرہ سو ۱۳۰۰ میل ہے اور چوڑائی ایک ہزار میل۔ جغرافیائی اعتبار سے یہ مصر کا ایک حصہ سمجھا جاتا ہے اور واقعہ یہ ہے کہ یہ سارا علاقہ پہلے مصر میں ہی شامل تھا بعد کو ۱۸۹۲ء میں بیرونی اثرات کی وجہ سے ایک بڑی تبدیلی یہ ہوئی کہ سوڈان کا گورنر جنرل برطانیہ کے مشورہ سے مقرر کیا جانے لگا، پھر بھی تاجِ مصر کی ماتحتی بدستور قائم رہی البتہ ۱۸۹۹ء میں سارا نقشہ بدل گیا اور برطانوی فوجیں زبردستی سوڈان پر قابض ہوگئیں۔ اس کے بعد سے سوڈان مصر اور برطانیہ کے درمیان اب تک مستقل مسئلہ بن گیا۔ کئی دفعہ اس مسئلہ کو حل کرنے کی کوشش کی گئی لیکن کامیابی نہیں ہوئی۔ ۱۹۳۶ء کے معاہدہ میں بھی سوڈان کے معاملہ کو نہیں چھیڑا گیا اور اُسے آئندہ طے کرنے کے لئے چھوڑ دیا گیا۔ آج بھی وہی کشمکش جاری ہے۔

اگرچہ مصر کا یہ حق تسلیم کرلیا گیا ہے کہ وہ سوڈان کے مستقبل کے بارے میں اپنا پورا اطمینان کرسکتا ہے کہ آئندہ سوڈان کسی ایسے نظام کے سپرد نہیں کیا جائیگا جس سے مصر کو کسی طرح نقصان پہنچنے کا خطرہ ہو۔ لیکن برطانیہ اس علاقہ کو مصریوں کی خواہش کے مطابق تاجِ مصر کی سپردگی میں دینے کو تیار نہیں کیونکہ اپنی فوجی اور دیگر خاص ضرورتوں کے لئے وہ مشرقِ وسطیٰ میں اپنا ایک خاص مستقر رکھنا چاہتا ہے۔ مصر تو اس کے ہاتھوں سے نکل ہی چکا اور وہ مصر سے اپنی ساری فوجیں ہٹا لینے پر تیار ہوگیا ہے، ایسی صورت میں اب اس کی نظریں سوڈان پر ہی ہیں، اور وہ اسی کو اپنا ایک مضبوط فوجی اڈا بنانا چاہتا ہے تاکہ یہ مصر کا بدل ہوسکے۔ چنانچہ شمالی سوڈان میں فوجی آسانیاں بڑھانے اور سوڈان کی بندرگاہ کو فوجی بندرگاہ بنانے کی غیر سرکاری بات چیت بھی شروع ہوگئی ہے۔ مصر کے کچھ لوگ اس بات کو بھی تاڑ گئے ہیں اور اسی لئے وہ مصر اور سوڈان دونوں جگہ سے برطانوی فوجیں ہٹا لینے کا مطالبہ کررہے ہیں۔

سوڈان میں اس وقت دو مختلف الخیال پارٹیاں ہیں ایک کا تو یہ کہنا ہے کہ سوڈان

کو تاجِ مصر کے ماتحت دیدینا چاہئے، یہ لوگ وادیِ نیل کے اتحاد کا نعرہ بلند کر رہے ہیں۔ دوسری پارٹی سوڈان کی آزادی اور مختاری کی حامی ہے۔

پچھلے دنوں سوڈانیوں کے ایک مشترکہ وفد نے مصر میں کئی مہینوں کی گفت وشنید کے بعد یہ فارمولا منظور کر لیا تھا کہ مصر اور سوڈان دونوں ایک ہی تاج کے ماتحت رہیں اور دفاع اور غیر ملکی معاملوں میں دونوں کی ایک ہی پالیسی رہے لیکن AL-UMMA پارٹی وفد سے علیحدہ ہوگئی اور اس نے سوڈان کی خود مختاری اور آزادی کا مطالبہ شروع کر دیا۔

برطانیہ پہلے ہی سے سوڈان کے سوال کو ختم کرنے کی فکر میں تھا اب اس پارٹی کا سہارا لے کر اس نے یہ کہنا شروع کر دیا کہ سوڈان کے آئندہ انتظام کے بارے میں سب سے پہلے سوڈانیوں سے رائے لینا ضروری ہے، مصر کے وزیر اعظم صدقی پاشا نے اس کا یہ جواب دیا کہ جب تک سوڈان کچھ عرصہ مصری تاج کے ماتحت رہ کر برطانوی اثرات کو ختم نہ کر دے اس وقت سوڈانیوں سے اس بارے میں مشورہ لینا بیکار ہے۔ کیونکہ وہ سمجھتے ہیں کہ اس وقت سوڈان میں برطانیہ کا بڑا اثر ہے اور ایسی صورت میں سوڈانیوں کی سچی رائے معلوم ہونا مشکل ہے۔

عرب لیگ کے جنرل سیکرٹری اعظم پاشا نے بھی پچھلے دنوں لندن میں یہی تجویز کیا تھا کہ برطانیہ سوڈان پر مصر کا حق تسلیم کر لے اور یہ بات سوڈانیوں پر چھوڑ دینی چاہئے کہ وہ آگے چل کر خود فیصلہ کریں کہ انھیں مصری تاج کے ماتحت رہنا چاہئے یا بالکل آزاد۔

سمجھوتہ کی گفتگو اب بھی جاری ہے لیکن مصری اپنے مطالبہ کو چھوڑنے والے نہیں۔ مصر کے وزیر اعظم صدقی پاشا اور برطانوی وزیر خارجہ مسٹر بیون کی ابھی لندن میں جو گفتگو ہوئی ہے، اگرچہ وہ ابھی تک صیغۂ راز میں ہے لیکن مصر کے سیاسی حلقوں میں اس پر کوئی خاص اطمینان نہیں ظاہر کیا جا رہا ہے کیونکہ برطانوی وزیر اعظم مسٹر ایٹلی ابھی پارلیمنٹ میں صاف طور پر بتا چکے ہیں کہ سوڈان کے موجودہ نظام میں کوئی تبدیلی نہیں کی جائے گی۔